مطبوعات

اصولِ وراثتِ ترکہ
مؤلف : مولینا محمد خلیل اللہ ربانی
ناشر: ادارۂ تعلیم و تصنیف سلیم آباد
خیرپور میرس - سندھ
سائز ۱۸×۲۳ صفحات ۱۲۸
ٹائیٹل دبیز کمرشل آرٹ پیپر
کتابت وطباعت مناسب
قیمت : دس روپے

اسلام کا قانونِ وراثت اسلامی معاشرے میں روزمرہ بکثرت استعمال ہونے والا قانون ہے۔ مگر یہ اپنی ٹکنیکل تفصیلات کی وجہ سے خاصا پیچیدہ بھی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو مسائل میراث میں زکوٰۃ سے بڑھ کر ریاضی کو استعمال کرنا پڑا اور انہوں نے اس زمانے میں کسور کے حساب سے کام لیا۔ مفتیانِ دین اور اساتذہ میں سے ہر دور میں بعض اصحاب اس مضمون میں تخصص کا مقام حاصل کرتے رہے ہیں۔ اسلامی مدارس کے درس نظامی میں علم ترکہ کا مضمون شامل ہے۔ یہ کتاب ان مدارس کے طلبہ کی سہولت کے لیے اردو میں لکھی گئی ہے اور مؤلف نے افادۂ عام کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ امید ہے کہ یہ وکلا اور عملۂ مال اور عدالتوں کے لیے بھی ممد ہوگی۔ مولینا محمد خلیل اللہ صاحب نے نظامِ وراثت کو فقہ حنفی کے مطابق مرتب کیا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ ایک اچھی خدمت ہے۔

اس مختصر کتاب میں اسلامی قانونِ میراث کے تحت ضروری احکام اور انطباقات بیان ہو گئے ہیں اور مولانا محمد خلیل اللہ ربانی نے کسی پہلو سے کسر نہیں چھوڑی ہے۔ ۱۵ ابواب اور خاتمے کے صفحات میں تمام امکانی مستحقینِ وراثت کے حصص مختلف صورتوں میں بتائے گئے ہیں، اور آخر میں ایک ایسا نقشہ بھی شامل کتاب ہے جس کے ذریعے کسی بھی خاص رشتے کے استحقاق کو بیک نظر جانا جاسکتا ہے اور دو مختلف مستحقین کے حصص کو تقابلاً سمجھنا بھی آسان ہے۔

مجھے مولینا محمد خلیل اللہ ربانی کا یوں بھی بڑا احترام ملحوظ ہے، پھر مفتی محمد جمیل صاحب (خیرپور میرس سندھ) کے منظوم تاثرات کے علاوہ مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل کا لکھا ہوا پیش لفظ جب یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ کتاب شرعی احکام کے سمجھنے کے لیے "ہر پہلو سے بے نظیر اور منفرد ہے" تو میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھ ایسے عامی قلم کش کے لیے کوئی حرفِ تنقید کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ مگر ترجمان القرآن میں جس طرح کے مختصر تعارفی نوٹ کتابوں پر لکھے جاتے ہیں، ان میں کچھ نہ کچھ مشورہ دینے کی راہیں نکلتی ہیں۔

مفتی سیاح الدین صاحب نے اس کتاب کا یہ مدعا بھی نمایاں کیا ہے کہ "اردو پڑھے لکھے لوگ بھی بڑی آسانی کے ساتھ دینی مسائل سیکھ سکیں۔ مگر میں عام اردو خواں طبقے کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مولینا محمد خلیل اللہ ربانی کی تحریر پر اصطلاحات کا بوجھ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے لیے میں بطور مثال اوّلین مختصر جملے کو پیش کرتا ہوں جس میں ترکہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ جملہ یہ ہے کہ "ترکہ یا میراث وہ مال ہے (عین یا دین) جسے کوئی انسان مرتے وقت چھوڑتا ہے"۔ عین یا دین میں سے اگر ۲۰ فی صد اصحاب کو دین کے معنی معلوم نہ ہوں گے تو عین کا مفہوم ۹۸ فی صد کے پلّے نہ پڑے گا۔ یعنی بہت سے قاری پہلے ہی فقرے میں اُلجھ گئے۔ جملے کے آس پاس کسی نوٹ کی صورت میں یا کسی حاشیے کے پیرائے میں عین و دین کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ دین کا ترجمہ موجود ہے "عین" کا مفہوم ادا کرنے والا کوئی لفظ تجویز کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو سرسری سی مثال تھی۔ آگے صفحوں کے صفحے ایسے ہیں کہ جن میں کوئی جملہ بھاری بھرکم اصطلاح سے خالی نہیں ہے حالانکہ بہت سی اصطلاحات کے نئے ترجمے ہو جانے چاہئیں۔ یہ تو درست ہے کہ باب کے شروع میں متعلقہ اصطلاحات کے مطالب بیان کر دیے گئے ہیں مگر "مقرّ لہ بالنسب علی الغیر" جیسی اصطلاحوں کا تشریح کے باوجود استعمال متن کو بھاری بنا دیتا ہے۔ اسی طرح میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ میراث میں استعمال ہونے والی ریاضی کو نئی شکل دی جانی چاہیے جو زمانۂ حاضر میں زیادہ قابلِ فہم ہے۔ جدید نظامِ کسور اور اعشاری حساب بلکہ الجبرا تک کو میراث کی ریاضی پر منطبق کرنا چاہیے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ریاضی کے درسی نصابات میں میراث کے حساب کو بھی شامل کیا جا سکے گا۔

میرا ایک مشورہ یہ بھی ہے کہ کتاب کے اوّلین باب میں قانونِ وراثت کے اساسی اصول قرآن و حدیث کے نصوص کے ساتھ بیان کیے جانے چاہییں، اور ان کی حکمتوں اور مصلحتوں پر جو روشنی ڈالی جا سکتی ہو، وہ ڈالی جانی چاہیے۔ مثلاً اوّلاً یہ اصول کہ میراث کے حقوق خدا کے عطا کردہ حقوق ہیں یا یہ کہ حق داروں کے

کے حصّوں کی کمی بیشی کے اسرار و رموز کو وہی جانتا ہے کہ کیوں کسی کو زیادہ اور کسی کو کم حصّہ ملنا چاہیے اور کسی کو محروم و محجوب رہنا چاہیے یا یہ کہ ایک ہی رشتے کے مردوں اور عورتوں کے لیے حصص کی نسبت ۲ : ۱ ہے یا یہ کہ میراث کا ایک اصول "الاقرب فالاقرب" ہے۔ یعنی جو جتنا قریبی ہے اتنا ہی وہ استحقاق میں آگے ہے۔ پہلے درجے کا قریبی موجود نہ ہو تو دوسرے درجے کا لیا جائے گا وغیرہ۔

پھر چونکہ بعض دوسرے ممالک میں بھی اور خصوصیت سے ہمارے یہاں یتیم پوتے کے حق وراثت کا مسئلہ متجددین کی طرف سے بڑے زور سے اٹھایا جاتا رہا ہے اور موجودہ عائلی قوانین پر بھی اس کی چھاپ ہے، اس لیے ایک مستقل باب میں اس مسئلے پر ایسی مدلل بحث کرنے کی ضرورت تھی کہ جو طلبہ اسے پڑھ کر نکلیں وہ پیش آنے والی بحثوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

اگر ان مشوروں میں سے کسی کو جناب مؤلف پسند کریں تو اگلا ایڈیشن نئی شکل میں مرتب کر سکتے ہیں۔

الامام ابوالاعلیٰ المودودیؒ

تالیف : مولینا خلیل حامدی

ناشر : مکتبۃ العلمیہ۔ لاہور۔ پاکستان

صفحات : ۷۱

قیمت درج نہیں۔

عربی میں لکھی ہوئی یہ کتاب مولینا مودودیؒ کی سوانح، دعوت اور جد و جہد کو واضح کرتی ہے۔ برادرم خلیل حامدی رئیس دار العروبہ (لاہور) جہاں اپنے ذاتی مطالعۂ دین اور عربی زبان میں مہارت کی وجہ سے ایک اہم مقام رکھتے ہیں، وہاں سید مودودیؒ کے ساتھ بطور سیکرٹری (شعبہ عربی) برسوں کام کر کے انہوں نے سید موصوف کی دعوت و جد و جہد کے مختلف پہلوؤں کو بڑی خوبی سے سمجھا ہے۔

سوانحی تذکرے کے ساتھ انہوں نے اپنی کتاب میں مولینا کے تحریکی کام کو مرحلہ وار بیان کیا ہے۔ تاسیسِ جماعت سے قبل اور اس کے بعد کے ادوار کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر تشکیل پاکستان کے بعد اسلامی دستور کے لیے رائے عام کو منظم و متحرک کر کے مولینا نے اپنی جد و جہد سے جو نتائج و اثرات پیدا کیے ہیں، اُن کو سمیٹا گیا ہے۔

مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک بڑا دائرہ اثر چونکہ دنیائے عرب میں پھیلا ہوا ہے، اس لیے یہ کتاب ایک خاص افادیت رکھتی ہے۔ کاغذ، طباعت، ٹائیٹل بہت معیاری ہیں۔

(بقیہ اشارات) مسحور ہوتا ہے۔ اور حضورؐ کے دین سے ٹکرانے والی تحریکوں کے لیے اپنی توانائیاں استعمال کرتا ہے، تو پھر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی محبتِ رسول کے کیا معنی ہیں۔
ایمان ہے تو اطاعت ایمان کا واضح ثبوت ہے۔

محمد رسول اللہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کے اس احسان کو مانا جائے جو آپؐ نے دین کو دوسروں تک پہنچانے اور اسے پھیلانے اور اسے غالب کرنے کی جان گسل مہم کی صورت میں کیا، اور اس میں ہر قسم کی قربانیاں اور جاں فشانیاں کھپائیں۔ آپ کی اسی محنت و قربانی کا نتیجہ ہے کہ ہم تک نعمتِ ایمان پہنچی۔ اس احسان کا کوئی بدلہ دینا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہمارے اس جذبہ ممنونیت کو اللہ تعالیٰ نے یہ راستہ دکھایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے، یعنی خدا سے دعا کی جائے کہ اے اللہ! تو ہم بے نواؤں کی جانب سے حضورؐ پر انوار اور رحمتیں نازل فرما۔
حضورؐ پر درود بھیجنا فرض ہے، مگر اس بارے میں غلو نہ کیا جائے۔ مناسب ہوگا کہ دُرود سے متعلق چند حقیقتیں یہاں عرض کر دی جائیں۔

۱۔ درود کوئی نعرہ نہیں ہے، بلکہ ایک عاجزانہ دُعا ہے۔ دُعا اسی طرح کرنی چاہیے جیسے دُعائیں کی جاتی ہیں۔

۲۔ جتنا درود پڑھنا لازم ہے، اتنا خدا تعالیٰ نے نمازوں کے اندر رکھ دیا ہے۔ پھر دُعاؤں کے ساتھ اور خطبوں میں دُرود شریف پڑھا جاتا ہے۔ زائد بطور نفل کوئی جتنی بار چاہے پڑھے مگر دوسروں سے کسی مستحب کا مطالبہ وصولی سے نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں جس محفل یا گفتگو میں نبیؐ اکرم کا ذکر آئے، اس میں کم سے کم ایک بار درود شریف پڑھ لینا چاہیے۔

۳۔ درود پڑھنے کے لیے اگر قیام کچھ بھی ضروری ہوتا تو..... خدا اور رسول التحیات میں بحالتِ قعود پڑھنے کا طریقہ مقرر نہ کرتے۔ شریعت کا تقاضا ہوتا تو نماز میں درود بحالتِ قیام پڑھنا لازم ہوتا۔

۴۔ درود یا کوئی دوسرا ذکر بآوازِ بلند مساجد میں نمازوں کے آگے پیچھے پڑھنے سے ایسے نمازیوں کی نماز میں خلل آسکتا ہے جو سنتیں یا نوافل پڑھ رہے ہوں نیز سِرّی ذکر کرنے والے اصحاب کے لیے

بھی مشکل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا مساجد میں تمام مسلک کے مسلمانوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جہری ذکر کوئی شخص گھر پر جیسے چاہے کر سکتا ہے۔

۵۔ درود کو جس طرح اذان کا جزو بنایا جا رہا ہے (خصوصاً لاؤڈ اسپیکروں کے اس دور میں) اس کی کوئی نظیر نہ دورِ رسالت میں ملتی ہے، نہ دورِ خلفائے راشدین میں، بلکہ بعد کی صدیوں کی صدیاں بھی اس سے خالی ہیں۔ یکایک چودھویں صدی میں یہ سلسلہ خاص برصغیر میں شروع ہوا۔

عباداتِ خمسہ اور اُن کے متعلقات (جیسے کہ وضو اور اذان نماز کے متعلقات ہیں) میں اگر اضافہ ردوبدل کو جائز رکھا جائے تو سارا نظام اُدھڑ سکتا ہے۔ ایک نے کہا کہ اذان سے پہلے درود ضروری ہے، دوسرے نے کہا کہ اقامت سے پہلے ضروری ہے، تیسرے نے کہا کہ رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھنا ضروری ہے، یا رکوع و سجود میں ضروری ہے تو اس کا رد کس بنا پر ہوگا؟ اپنی اپنی پسند کی چیزیں داخل کرنے کا سلسلہ چلے تو کوئی کہے گا کہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے، کوئی کہے گا کہ آیت الکرسی کا ورد ہونا چاہیے اور کوئی کہے گا کہ آیت کریمہ پڑھی جائے۔

۶۔ درود کو درود کے مقام پر ہی رکھنا چاہیے۔ حضورؐ کے ارشاد کے بموجب افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ یہ نہ ہو کہ حضورؐ کے اُمتی درود کو افضل الذکر بنا دیں۔

۷۔ کلمۂ طیبہ ہو یا درود یا کوئی اور اہم دینی شعار اُسے فرقہ وارانہ یا گروہی علامت نہیں بنانا چاہیے۔ جو چیزیں ساری اُمت کے لیے ہیں وہ ساری اُمت کے لیے چھوڑ دینی چاہئیں۔ خاص طور پر یہ رویہ کہ جو لوگ ایک خاص ڈھنگ سے درود نہ پڑھیں، اُن کو اپنے سے گھٹیا مسلمان سمجھا جائے اور اتنی رعونت دکھائی جائے کہ اُن کے ساتھ (جہاد کی صف بنانا تو کجا) نماز کی صف نہ بنائی جا سکے۔ بڑی افسوسناک بات ہے۔

مگر ان گزارشات کے بعد میں اپنا نقطۂ نظر یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ کسی خاص امر میں ایک مسلک بنا چکے ہوں اُن سے چڑنے کی ضرورت بھی نہیں، اُن سے نفرت نہ کی جائے، اُن کے خلاف محاذ نہ بنائے جائیں اور اُن سے نمازیں الگ نہ کی جائیں۔ آہستہ آہستہ افہام و تفہیم ہو سکتی ہے۔ افتراق سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

کلامی اور فقہی اختلافات تو ہیں اور رہیں گے، مگر کسی حال میں ایک سچے محبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اختلافات کو افتراقات کا ذریعہ بنائے یا دوسروں کی طرف سے افتراق کی جو رَو چلائی گئی ہو اُس کے ردِّ عمل میں آکر وہ ایک جوابی غلو یا تشدد اختیار کر لے۔

یہ انتباہ اس لیے ضروری ہوا کہ حضورؐ ہم کو ایک متحد اُمت دے کر رخصت ہوئے تھے۔ فرقے دے کر نہیں۔ جس کسی نے حضورؐ کی اُمت میں پہلے تفرقہ ڈالا تھا یا جو آج تفرقہ ڈالتا ہے وہ حضورؐ کی چھوڑی ہوئی امانتِ وحدت میں خیانت کا قصوروار ہے۔ اور وہ اپنے ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ حضورؐ ہی کا ارشاد ہے کہ "لا تؤمنوا حتٰی تحابوا" تم اس وقت تک ایمان سے مالامال نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔" دین کی خدمت کرنے والوں کو محبت کا نقیب ہونا چاہیے اور نفرتوں اور کدورتوں کے خارزار پیدا نہیں کرنے چاہئیں۔

آج ہماری صرف ایک کمی دنیا بھر میں ہمارے لیے باعث نقصان ہو رہی ہے۔ وہ ہے اتحاد کا فقدان۔ ایک ارب مسلمان دنیا کی کایا پلٹ سکتے ہیں مگر کچھ تو نسلی اور علاقائی منافرتوں میں مبتلا ہیں، کچھ دو عالمی قوتوں کی تنزویر کی وجہ سے منقطع ہیں۔ اور کچھ فرقہ وارانہ نزاعات کی وجہ سے دست و گریبان ہیں ——— حالانکہ سامنے سے کفر و الحاد کی قوتیں ناوک اندازی کر رہی ہیں۔ آج کتنے ہی علاقے ہیں جہاں مسلمان اغیار کے ظلم کا شکار ہیں۔ مگر وہ اتحاد کی قوت سے محروم ہیں جو تمام مسائل کا حل اور تمام خطرات کا ذریعۂ انسداد ہے۔

رسول اللہ کے لیے ایمان، محبت، اطاعت، پیروئ سنّت اور ادب و احسان شناسی کا مسلک اختیار کرنا اور آپ کو اپنا معلّم و مزکّی اور حکم اور نمونہ اور قائد و رہبر ماننا حضورؐ کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

بگٹٹ واعظوں نے عجیب سا تصورِ شفاعت رائج کر دیا ہے، جو اُمّت کے عملی انحطاط کا باعث بن رہا ہے۔ یوں سمجھا جاتا ہے کہ دنیا بھر کے ایسے مجرموں، چوروں، اُچکوں، جواریوں، رشوت خواروں، خائنوں اور ظالموں کے لیے جو میلاد کراتے ہوں، ختم دلاتے ہوں اور درود پڑھتے ہوں، گویا حضورؐ (نعوذ باللہ) اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ وہ پہنچیں تو انہیں سیدھا جنت میں پہنچا دیں۔ کسی عمل و

خدمت کی ضرورت نہیں، نہ کسی گناہ سے پرہیز اور نہ کسی غلط آمدنی سے اجتناب کی پابندی ہے۔

جاننا چاہیے کہ حضورؐ نے اپنے اچھے اچھے اور پیارے صحابیوں کا جنازہ پڑھنے سے اتنی سی بات پر انکار کر دیا کہ اُن کے ذمے کچھ قرض رہ گیا تھا۔ نمازِ جنازہ میں بھی تو خدا سے سفارش اور دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ قرض ادا کر دیا گیا تو حضورؐ نے جنازہ پڑھا۔ پھر کتنی ہی احادیث میں حضورؐ نے بعض کرداروں کا ذکر کرتے ہوئے "لَيْسَ مِنَّا" یا "لَيْسُوا مِنِّی" فرمایا کہ ایسے اور ایسوں کو مجھ سے یا ہم سے کوئی واسطہ و معاملہ ہی نہیں۔ رشوت لینے والوں سے فرمایا کہ تم اس ناجائز مال کو کندھوں پر لیے ہوئے قیامت کے دن میرے پاس آؤ گے اور کہو گے کہ یا رسول اللہ! ہمیں چھڑا لیجیے، ہماری سفارش کیجیے۔ میں تم سے صاف کہتا ہوں کہ میں ایسے وبال سے نہیں چھڑا سکوں گا۔ پھر حضورؐ اپنی ہی زبانِ مبارک سے خدا کے ایسے فیصلے سناتے ہیں کہ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا۔ کیا تصور کیا جاسکتا ہے کہ خدا کے اس فیصلے کو حضورؐ قیامت کے دن بالائے طاق رکھ دیں گے؟ سود کا لین دین کرنے والے سے کہا کہ تمھارے خلاف خدا و رسول کا اعلان جنگ ہے۔ پھر کیا قیامت کے دن مصالحت ہو جائے گی؟

شفاعت کا سیدھا سا تصور یہ ہے کہ حضورؐ راست باز مسلمانوں کے لیے خدا کی اجازت سے عرض کریں گے کہ بارِ الٰہا! یہ فلاں شخص تیرا مخلص بندہ اور میرا اطاعت گزار اُمتی تھا۔ اس نے عبادات بھی ادا کیں۔ انفاق بھی کرتا رہا۔ کلمۂ حق کی سربلندی اور اقامتِ دین کی کوشش بھی کی، حرام سے پرہیز کرتا رہا، بس اس سے ایک یا چند لغزشیں ہوگئی ہیں اور اُن پر بھی اس نے توبہ و شرمساری کی راہ اختیار کی ہے، تو اس کی وسیع خدمات اور مجموعی اطاعت شعاری کی رعایت سے اس کی لغزشوں سے درگزر فرما۔ رہے وہ لوگ جو سوچ سمجھ کر دھڑلے سے جرائم کرتے ہیں، جن کی روزمرہ کی زندگی ہی فسق و فجور میں گھری ہو، جن کے دہن و شکم اور جن کے چشم و گوش حرام کے خوگر ہو چکے ہوں، جن کا پیشہ ہی ظلم ڈھانا اور مخلوقِ خدا کو اذیتیں دینا ہو، اُن کے بارے میں اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ بس ختم اور میلاد کے بل پر اُن کا بیڑا پار ہو جائے گا تو یہ دعویٰ خود قرآن کے خلاف ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے تو توبہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔ (ولیست التوبۃ للذین......) کجا کہ شفاعت کے دروازے پر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو جنت میں لے جانے کے لیے کھڑے ہوں اور اُن سے فرمائیں کہ شاباش میرے اُمتیو! تم نے خوب

زندگی گزاری، مزے لوٹے، ستم ڈھائے، فساد پھیلائے، مگر مجھ پر درود بھیجتے رہے، آؤ جنت کے قصر و باغ تمہارے لیے آراستہ ہیں۔

خدا کی جنت اور نبی کی شفاعت اتنی سستی چیزیں نہیں ہیں۔ گراں بہا نہ ہوتیں تو حضورؐ کیوں گالیاں سنتے، طائف میں پتھر کھاتے اور اُحد میں دانت شہید کراتے، اور حضورؐ کے اصحاب کیوں کبھی مکہ کی تپتی ریت پر تڑپتے اور کبھی بدر و اُحد میں خاک و خون میں لوٹ جاتے۔ وہ انفاق، وہ ایثار، وہ ہجرت، وہ جہاد، وہ شہادت، وہ سفر، وہ دوڑ دھوپ یاد کرو ـــــ یہ ہے جنت کو جانے کا راستہ!

مسلمانو! اپنی زندگیاں غلط فہمیوں میں برباد نہ کرو۔

رسولؐ پر ایمان، رسولؐ سے محبت، رسولؐ کی اطاعت، رسولؐ کی طرح دعوت اور گواہی، رسولؐ کی طرح ہجرت کے وقت ہجرت، اور جہاد کے وقت جہاد، رسولؐ کی طرح اقامتِ حق کے لیے سعی و جہد اور رسولؐ کی طرح موقع ملنے پر نظام اسلامی کا عملاً نفاذ، یہ ہیں وہ ذمہ داریاں جن کی یاد دہانی سیرتِ رسولؐ یا تذکرۂ رسولؐ کا مقصود ہے۔ ان ذمہ داریوں کو سمجھو اور ان کو اختیار کرو تو انشاء اللہ تمہیں رسول اللہؐ کی شفاعت اور خدا کی بخشش نصیب ہوگی۔

یہ ماہ ربیع الاوّل ہی کا نہیں، سارے مہینوں کا، اور ہر لمحے کا پیغام ہے۔ کیا اسے قبول کرتے ہو؟۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ فِى الدُّنْيَا وَشَفَاعَتَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ اٰمِين۔